www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

قسط نمبر ۲/ آخری

عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنا، شریعت میں تبدیلی ہے

خلع کے بارے میں ایک ضروری وضاحت

گذشتہ شمارہ محدث (نمبر ۳۶۱) میں میرا سابقہ مضمون پڑھ کر کسی کے ذہن میں یہ اشکال آسکتا ہے کہ علماے احناف تو خلع کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اس کا اثبات بھی، پھر ان کی بابت یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ خلع کا انکار کرتے ہیں؟

یہ بات ایک حد تک صحیح ہے کہ وہ ظاہری طور پر خلع کا اقرار کرتے ہیں لیکن وہ اس کو اس طرح ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں جس طرح شریعت نے یہ حق عورت کو دیا ہے۔ اس لئے اُن کا ماننا اقرار کے پردے میں انکار کے مترادف ہے۔ اس کی تشریح حسبِ ذیل ہے:

خلع عورت کا وہ حق ہے جو اسے مرد کے حق طلاق کے مقابلے میں دیا گیا ہے۔ مرد تو اپنا حق طلاق ایسے موقعوں پر استعمال کرلیتا ہے جب وہ اپنی بیوی سے ناخوش ہو۔ لیکن اگر عورت کو ایسی ضرورت پیش آجائے کہ وہ خاوند سے گلو خلاصی کرانا چاہے، مثلاً شوہر نامرد ہو، وہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو، یا وہ نان نفقہ دینے پر قادر نہ ہو یا قادر تو ہو لیکن دیتا نہ ہو، یا کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جس کا علم عورت کو شادی کے بعد ہو، یا وہ سخت ظالم و جابر قسم کا ہو جو عورت پر بے جا ظلم و تشدد کرتا ہو، یا شکل و صورت کے اعتبار سے عورت کے لئے ناقابل برداشت اور اس کا اس کے ساتھ نباہ مشکل ہو؛ اس قسم کی تمام صورتوں میں شریعت نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر کا دیا ہوا حق مہر اُس کو واپس کر کے اس سے طلاق کا مطالبہ کرے۔ اگر شوہر عورت کی خواہش اور مطالبے پر اُس کو طلاق دے دے تو ٹھیک ہے، مسئلہ نہایت آسانی سے گھر کے اندر ہی حل ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر مرد مذکورہ معقول وجوہات کے باوجود عورت کی خواہش اور مطالبے کو تسلیم نہ کرے، تو پھر عدالت یا پنچایت کے ذریعے سے اس مسئلے کو حل کیا جائے گا، اگر عدالت اس نتیجے

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پر پہنچے کہ عورت کا مطالبہ علیحدگی بالکل جائز ہے تو وہ مرد کو طلاق دینے کا حکم دے گا، اگر وہ پھر بھی طلاق نہ دے تو عدالت یا پنچایت فسخ نکاح کا حکم جاری کرے گی جو مرد کے طلاق کے قائم مقام ہو جائے گا اور عورت عدتِ خلع (ایک حیض) گزارنے کے بعد کسی دوسری جگہ شادی کرنے کی مجاز ہو گی۔ یہ ہے خلع کا وہ طریقہ جو قرآن کریم کی آیت: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾[1] اور حدیث میں مذکور واقعہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ﴾ (پس اگر تم ڈرو...) میں خطاب خاندان کے اولیا (ذمّے داران) معاشرے کے معزز افراد یا حکومت کے افسرانِ مجاز (عدالتی حُکام) سے ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والا نزاع، اُن کی آپس کی بات چیت سے ختم نہ ہو سکے تو تم مداخلت کر کے اس کو حل کرو اور عورت سے فدیہ (حق مہر) لے کر مرد کو دو اور اس سے طلاق دلواؤ، اگر وہ طلاق نہ دے تو تم فسخ نکاح کا آرڈر جاری کر کے اُن کے درمیان علیحدگی کروادو۔

حدیث سے بھی اسی بات کا اثبات ہوتا ہے، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خوش شکل نہ تھے جب کہ اُن کی بیوی خوبرو تھی، اُنہوں نے بارگاہِ رسالت میں آکر نہایت مناسب الفاظ میں اس بات کو بیان کیا اور کہا کہ میں ثابت بن قیس کے دین و اخلاق کے بارے میں تو اُن کو معتوب نہیں کرتی لیکن ان کے ساتھ رہنے میں مجھے ناشکری کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر صورتِ حال کا اندازہ کر لیا اور اس سے پوچھا: کیا تو ثابت بن قیس کو وہ باغ واپس کرنے پر آمادہ ہے جو اس نے تجھے (حق مہر میں) دیا تھا؟ اس نے کہا! ہاں۔ آپ نے ثابت بن قیس کو حکم دیا: اس سے اپنا باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو، چنانچہ اُنہوں نے طلاق دے دی۔ (یہ واقعہ احادیث کی ساری کتابوں میں موجود ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو طلاق کا حکم دینا ایک حاکم کے طور پر تھا اور ظاہر بات ہے کہ خاندانی معاملات و نزاعات میں عدالت یا پنچائیت کی مداخلت ناگزیر ہے، اگر عدالت کو یہ حق نہیں دیا جائے گا یا اُس کا یہ حق تسلیم نہیں کیا جائے گا تو پھر ان نزاعات کا حل آخر کس طرح نکالا جائے گا؟

1 سورۃ البقرۃ:۲۲۹

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہم نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ علماے احناف عورت کے حقِ خلع کو تسلیم نہیں کرتے تو اس کے بارے میں ان کا یہ غیر منطقی موقف ہی اس کی بنیاد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خاوند اگر عورت کے مطالبہ ُطلاق کو تسلیم نہیں کرتا تو عدالت کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یکطرفہ طور پر طلاق کی ڈگری جاری کر دے، جیسا کہ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے بعد ہماری عدالتیں اس طرح کے فیصلے کر رہی ہیں۔ علماے احناف کہتے ہیں کہ عدالتوں کے یہ فیصلے غلط ہیں اور اس طرح عورت کو طلاق نہیں ہوتی۔

حالانکہ عدالت کا یہ حق قرآنِ کریم کی آیت اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے واقعے سے واضح ہے جس کی مختصر تفصیل ابھی گزری اور اس کے بغیر گھریلو نزاعات کا کوئی دوسرا حل ہے ہی نہیں۔ اگر آپ اس منطقی اور فطری طریق کو نہیں مانتے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ آپ شریعت کے عطا کردہ عورت کے حقِ خلع کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

آپ ذرا تصور کیجئے، ایک عورت خاوند کے رویے سے سخت نالاں ہے اور وہ اس سے ہر صورت خلاصی چاہتی ہے، وہ طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، خاوند نے اُس کو جو کچھ (حق مہر وغیرہ) دیا ہے، وہ اُس کو واپس کرنے کی پیش کش کرتی ہے۔ لیکن وہ کسی صورت طلاق دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ اب بتلایئے کہ اگر طلاق خاوند کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتی جیسا کہ علماے احناف کہتے ہیں، تو عورت کو اس کا حق خلع کون دلائے گا؟ آپ کہتے ہیں، عدالت مداخلت نہیں کر سکتی، اور خاوند کی رضامندی کے بغیر علیحدگی ممکن ہی نہیں ہے، تو اس صورت کا حل کیا ہے؟ اور کیا یہ حق خلع کو تسلیم کرنا ہے...؟

یہ تو اللہ کے عطا کردہ حق خلع کا صاف انکار ہے۔ خاوند کی ہٹ دھرمی ہی کا تو علاج عورت کے حق خلع کی صورت میں بتلایا گیا ہے جو صرف عدالت ہی عورت کو دلوا سکتی ہے۔ عدالت کو اگر یہ حق نہیں ہے اور خاوند کسی صورت طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہے تو عورت کو اُس کا یہ حق کس طرح ملے گا جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے؟

حقِ خلع کے بارے میں علماے احناف کی تصریحات

اگر کوئی کہے کہ علماے احناف کا یہ موقف نہیں ہو سکتا جو اُن کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تو لیجئے انہی کے الفاظ میں ان کا موقف پڑھ لیجئے۔

① مولانا تقی عثمانی پہلے عنوان قائم کرتے ہیں: ''کیا خلع عورت کا حق ہے؟''

مولانا موصوف نے اس بحث کا یہ عنوان مقرر کیا ہے۔ اس سوالیہ عنوان ہی سے اس امر کی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ اُن کے نزدیک عورت کو حق خلع حاصل ہی نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں خلع کے بارے میں ایک مسئلہ عصر حاضر کے متجددین نے پیدا کر دیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خلع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں تراضیٔ طرفین ضروری ہے اور کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن ان متجددین نے یہ دعویٰ کیا کہ خلع عورت کا ایک حق ہے جسے وہ شوہر کی مرضی کے بغیر بھی عدالت سے وصول کر سکتی ہے، یہاں تک کہ پاکستان میں کچھ عرصہ پہلے عدالتِ عالیہ یعنی سپریم کورٹ نے اس کے مطابق فیصلہ دے دیا اور اب تمام عدالتوں میں اسی فیصلے پر بطورِ قانون عمل ہو رہا ہے حالانکہ یہ فیصلہ قرآن وسنت کے دلائل اور جمہور کے متفقہ فیصلے کے خلاف ہے۔''[1]

تبصرہ: اپنی رائے کو، جو تقلیدی جمود پر مبنی ہے، قرآن وسنت کے دلائل اور جمہور کے متفقہ فیصلے کے مطابق قرار دینا یکسر غلط اور خلافِ واقعہ ہے حالانکہ قرآن وسنت کے مطابق خلع کی اصل صورت وہ ہے جس کی مختصر تفصیل ہم نے پیش کی ہے۔ خلع کی اس صورت کو متجددین کی رائے بتلانا اور قرآن وسنّت کی نصوصِ صریحہ کی بے جا تاویل کر کے ان سے اپنے تقلیدی موقف کا اثبات ایک تحکمانہ انداز اور قرآن و حدیث میں بیان کردہ حق خلع کا صریح انکار ہے۔ اَعاذنا الله منه

مضمون طویل ہو گیا ہے، ورنہ ہم ان کی ان تاویلاتِ باطلہ کی حقیقت بھی واضح کرتے جو اُنہوں نے 'درس ترمذی' میں بیان کر کے تقلیدی جمود کا ثبوت دیا ہے۔ ضرورت پڑی تو ان شاء اللہ ان پر بھی گفتگو ہو گی۔ بعون الله وتوفیقه

---

1 درسِ ترمذی: ۳/۴۹۷

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ایک اور حنفی مفسر کا حق خلع کا انکار

② تفسیر 'روح البیان' کے حنفی مفسر 'آیتِ خلع' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"خلع میاں بیوی کا آپس کا معاملہ ہے، اس میں عدالت یا تیسرا کوئی شخص مشورہ تو دے سکتا ہے، جبر نہیں کر سکتا، نہ عدالت کے پاس از خود یہ اختیار ہے کہ وہ شوہر کی رضا مندی کے بغیر عورت کے حق میں یکطرفہ (ون سائیڈ) خلع کا فیصلہ کر دے۔ اگر عدالت ایسا کوئی فیصلہ کرتی ہے تو وہ قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ناقابل عمل ہو گا اور اللہ کے نزدیک ناقابل قبول رہے گا۔

جس طرح نکاح کی قبولیت کا صرف شوہر کو یا اس کے بارے میں مقرر کردہ وکیل ہی کو حق حاصل ہے اسی طرح خلع کی پیش کش کو قبول کر کے طلاق دینے کا حق بھی شوہر ہی کو حاصل ہے۔ لہٰذا جس طرح بیوی رقم کے بدلے طلاق حاصل کرنے پر راضی ہے اسی طرح شوہر کا بھی رقم قبول کر کے طلاق دینے پر راضی ہونا ضروری ہے۔ جمہور فقہا کا اتفاق ہے کہ خلع باہمی رضامندی کے ساتھ جائز ہے۔"

تبصرہ: ان صاحب نے بھی حنفی طریق خلع کو قرآن وحدیث کا بیان کردہ خلع قرار دینے کی جسارت کی ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حنفی طریق خلع دراصل حق خلع کا انکار ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس میں دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر خاوند عورت کے مطالبہ 'طلاق کو تسلیم نہ کرے تو عورت خلع حاصل کر ہی نہیں سکتی۔ خاوند کی ہٹ دھرمی کا حل قرآن وحدیث میں عدالت کو قرار دیا گیا ہے لیکن حنفی فقہ کہتی ہے کہ عدالت کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں۔ عدالت اگر مداخلت کر کے عورت کو یہ حق دلائے گی تو عورت کو طلاق نہیں ہو گی۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت خاوند کی ہٹ دھرمی کی صورت میں عدالت سے خلع حاصل کرنے کے بعد عدت گزار کر کسی اور جگہ نکاح کرے گی تو احناف کے نزدیک یہ نکاح عند اللہ ناقابل قبول ہو گا، جب ایسا ہے تو پھر وہ نئے میاں بیوی تو ساری عمر زنا کاری ہی کے مرتکب رہیں گے۔ ان کی یہ دیدہ دلیری اور قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے انحراف انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر روح البیان کے مؤلف لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"مسئلہ: عدالت کی طرف سے شوہر کی رضامندی کے بغیر جو یک طرفہ خلع کی ڈگری جاری کر دی جاتی ہے وہ شرعاً معتبر نہیں۔ اس صورت میں اس عورت کا کسی اور مرد سے نکاح کرنا حرام اور بدکاری ہوگا۔"[1]

بتلایئے...! یہ حق خلع کا اثبات ہے جو اللہ رسول نے عورت کو دیا ہے یا اس کا صاف انکار ہے۔ خاوند کی رضامندی کے بغیر اگر عورت اپنا یہ حق وصول نہیں کر سکتی، تو پھر خاوند کی ہٹ دھرمی کی صورت میں آخر وہ اپنا یہ حق کیسے وصول کرے گی؟ علماے احناف آخر اس کی بھی تو وضاحت فرمائیں۔

پھر اس حنفی طریق خلع پر اجماع کا دعویٰ اور چند سطروں کے بعد ہی اسے جمہور فقہا کا فیصلہ قرار دینا؟ عجیب تضادِ فکر ہے۔ اوّل تو اس کو جمہور فقہا کا متفقہ فیصلہ بتلانا ہی غلط ہے۔ اگر جمہور کی رائے تسلیم کر بھی لی جائے، تو اجماع تو پھر بھی نہ ہوا کیونکہ اکثریت کی رائے کو اجماع تو نہیں کہا جاتا۔

دراصل اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لئے یوں ہی اس کو 'جمہور کی رائے' کہہ دیا جاتا ہے یا اس پر 'اجماع' کا دعویٰ کر دیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اسی لئے امام احمد فرمایا کرتے تھے: "من ادعی الإجماع فهو كاذب"[2]

"جو کسی مسئلے کی بابت اجماع کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا ہے۔"

زیر بحث مسئلہ بھی اس کی ایک واضح مثال ہے۔ حنفی طریق خلع نہ جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے اور نہ اس پر اجماع ہے۔ بھلا جو مسئلہ (حنفی طریق خلع) قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ کے خلاف ہے، اسے جمہور کس طرح اختیار کر سکتے ہیں؟... یا اس پر اجماع کس طرح ہو سکتا ہے؟

صاحب 'روح البیان' مزید فرماتے ہیں:

"اسلام کی یہ کیسی معتدل تعلیم ہے کہ حتیٰ الوسع نہ کسی کی حق تلفی ہو نہ دل شکنی ہو۔ جیسے باہمی رضامندی سے عقدِ نکاح کیا گیا تھا، ایسے ہی باہمی رضامندی سے اسے ختم

1 تفسیر روح البیان: ۱/ ۵۹۰
2 الاعتصام للشاطبی ۱/ ۲۷۴

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کر دیا جائے۔ یعنی اگر میاں بیوی کو خطرہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق پورے نہیں کر سکتے تو ایسی صورت میں خلع کی اجازت ہے۔''[1]

سبحان اللہ! کیا خوب فلسفہ تراشا ہے۔ اسلام کی تعلیم میں تو بلاشبہ نہایت اعتدال اور توازن ہے کہ اس نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے جس کے ذریعے سے وہ ناپسندیدہ بیوی سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر ایسے ہی حالات عورت کو پیش آجائیں اور وہ ناپسندیدہ شوہر سے نجات حاصل کرنا چاہے تو وہ حق خلع کے ذریعہ سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ یہ تو یقیناً اعتدال اور توازن کی بات ہے جس میں اسلام دیگر ادیان و مذاہب میں ممتاز ہے۔

لیکن جب آپ مرد کو تو مطلقاً یہ حق دے رہے ہیں کہ وہ جب چاہے عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ کیا طلاق دیتے وقت مرد عورت کی رضامندی حاصل کرنے کا پابند ہے؟ اور اگر عورت رضامند نہ ہو تو مرد طلاق نہیں دے سکتا۔ کیا واقعی آپ کے نزدیک ایسا ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ کہنا: ''جیسے باہمی رضامندی سے عقدِ نکاح کیا گیا تھا ایسے ہی باہمی رضامندی سے اسے ختم کر دیا جائے۔'' کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اور اگر اس عبارت کا تعلق صرف عورت کے حق خلع سے ہے کہ اس میں دونوں کی رضامندی ضروری ہے تو پھر اعتدال تو نہ رہا۔ عورت کے حقِ طلاق کو تو مقید کر دیا خاوند کی رضامندی کے ساتھ، وہ رضامند نہ ہو تو عورت کے لئے گلو خلاصی کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس کو کون اعتدال کی تعلیم تسلیم کرے گا جس کو آپ اعتدال باور کرا رہے ہیں۔

اعتدال تو اسلام کے بتلائے ہوئے طریقِ خلع ہی میں ہے کہ دونوں ہی (مرد اور عورت) کے لئے یہ راستہ کھلا ہوا ہے کہ مرد علیحدگی چاہتا ہے تو اس کے پاس طلاق کا حق ہے، عورت علیحدگی چاہتی ہے تو اس کے پاس خلع کا حق ہے، خاوند اگر اس کا یہ حق تسلیم نہ کرے تو عدالت عورت کو اس کا یہ حق دلوائے گی۔

لیکن اگر آپ مرد کے حقِ طلاق کے لئے تو رضامندی ضروری قرار نہیں دیتے لیکن عورت کے خلع کے لئے اس کو ضروری قرار دیتے ہیں تو آپ نے اپنے فقہی جمود کا ثبوت تو یقیناً

1 تفسیر 'روح البیان': ۱/۵۸۸، ناشر: جامعۃ البنوریہ العالمیہ، کراچی

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دے دیا، لیکن خدارا اِس کو اسلام کی تعلیم تو قرار نہ دیں۔ اسلام تو اس عدمِ اعتدال اور ایک فریق پر ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس ظلم کو اپنی فقہ کی طرف منسوب کریں، اسلام کی طرف تو منسوب نہ کریں۔

مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کی پراسرار خاموشی

③ یہ بات بھی نہایت دلچسپ ہے کہ مولانا تقی عثمانی کے والدِ گرامی قدر جناب مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے قرآن مجید کی اُردو میں نہایت مفصل تفسیر تحریر فرمائی ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع شدہ ہے، تفسیر 'معارف القرآن' اس کا نام ہے۔

اس میں ہر اہم مسئلے پر مفتی صاحب موصوف نے خاصی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ آیتِ خلع میں خلع کے بارے میں سرے سے اُنہوں نے نہ صرف یہ کہ کوئی بحث نہیں کی بلکہ نہایت پراسرار طریقے سے بالکل خاموشی سے گزر گئے ہیں۔ یہ خاموشی کس بات کی غماز ہے۔ ؏ کچھ تو ہے غالب جس کی پردہ داری ہے!

اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن کچھ نہ کچھ اندازہ قرائن و شواہد سے بھی ہو جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں اس کی وجہ شاید یہی ہو سکتی ہے کہ خلع کی اصل حقیقت جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے، وہ حنفی موقف سے متصادم ہے جس کی وضاحت ہم کر آئے ہیں۔ اس کی صراحت ان کے حلقۂ ارادت کے لئے ناقابل قبول ہوتی اور حنفی موقف کے بیان سے ان کے تقلیدی جمود کا اظہار ہوتا، اس لئے اُنہوں نے خاموشی ہی کو بہتر خیال فرمایا۔ غفر اللہ لنا ولہ'

اور جب تقلید کے بندھن ڈھیلے ہو جائیں...

تقلیدی جمود کی نیرنگیاں آپ نے ملاحظہ فرمائیں، اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیں اور وہ یہ کہ جب تقلیدی جمود کی عینک اُتر جاتی ہے تو پھر قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات اصل صورت میں سامنے آجاتی ہیں۔ جب یہ بندھن ڈھیلے ہوتے ہیں اور تقلیدی عینک اُتر جاتی ہے تو پھر اعترافِ حقیقت کیے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

خلع اور تفویض طلاق کا مضمون مکمل کر لینے کے بعد حسن اتفاق سے اس کی دو مثالیں سامنے آئیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ قارئین کرام کو بھی اُن سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ ہماری

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مذکورہ گزارشات بھی حق الیقین سے بڑھ کر عین الیقین کا درجہ حاصل کرلیں۔

اُن میں ایک مثال ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج، استاذ الفقہ والتفسیر جامعہ کراچی کی ہے جو غالباً حنفی بریلوی ہیں اور دوسری مثال مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، فاضل دیوبند، صدر مدرّس دارالعلوم سبیل السلام (حیدر آباد دکن) کی ہے جو حنفی دیوبندی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو مسئلہ زیر بحث میں تقلیدی جمود سے نکل کر براہِ راست قرآن وحدیث کی تعلیمات پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائی تو وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے کہ عورت کو طلاق کا حق تفویض کردینا حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی ہے اور عورت کے حقِ خلع کا انکار قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات سے انحراف ہے۔

لیجئے! دونوں اَفاضل کے مضامین کی تلخیص ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے ڈاکٹر شکیل اوج صاحب کے مضمون کا ضروری حصہ، جو 'معارف' اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ اس کا عنوان بھی صاحب مضمون ہی کا تجویز کردہ ہے۔ اس کی تلخیص اس لئے کی گئی ہے کہ اس میں وہ دلائل بھی تھے جو ہمارے مضمون میں بیان ہوچکے ہیں، اس لیے تکرار سے بچنے کے لئے ان کو حذف کرنا ضروری تھا، اسی طرح بعض مفسرین کے اقتباسات بھی حذف کردیے گئے ہیں۔ تاہم ان کے اصل دلائل اور اُن کا موقف اگلے صفحات میں ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تفویضِ طلاق... ایک اہم عائلی مسئلہ

از ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج[1]

میاں بیوی کے مابین قائم ہونے والے رشتہ کو نکاح کہا جاتا ہے اور اس رشتے کے ٹوٹ جانے کو طلاق، نکاح میں دوطرفہ رضامندی ضروری ہوتی ہے مگر طلاق میں دوطرفہ رضامندی ضروری نہیں ہوتی، گو بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ طلاق بھی دوطرفہ رضامندی سے ہی وجود پذیر ہوتی ہے، فقہی اصطلاح میں ایسی طلاق کو 'طلاقِ مبارات' کہتے ہیں۔[2]

۱ استاذ الفقہ والتفسیر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

۲ مجموعہ قوانین اسلام: ۲/ ۶۰۲، از جسٹس تنزیل الرحمٰن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

شوہر کی طرف سے دی جانے والی طلاق (جو کہ یک طرفہ ہوتی ہے) کو فقط طلاق کہہ دیتے ہیں، بیوی اگر اپنے شوہر سے علاحدگی کا مطالبہ کرے اور اس کے مطالبہ پر شوہر اگر اسے چھوڑ دے تو ایسی طلاق کو 'خلع' کہتے ہیں۔ اگر خلع کا مطالبہ، عدالت میں دائر کیا جائے جس کے نتیجے میں علاحدگی واقع ہو تو ایسی علاحدگی کو 'فسخ نکاح' کہتے ہیں، مذکورہ صورتوں میں کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ جس میں عورت حق طلاق میں خود مختار نظر آتی ہو۔ عورت کا عدالت میں جاکر طلاق کا مطالبہ کرنا بجائے خود اس امر کی دلیل ہے کہ شریعت نے اسے طلاق دینے یا اسے اپنے اوپر وارد کرنے کے حق سے محروم رکھا ہے۔ طلاق اسے یا تو اُس کا شوہر دے یا پھر ایمر جنسی کے حالات میں حاکم عدالت اپنے شرعی اختیار سے تفریق کرادے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ عدالت وہ واحد مقام ہے کہ جہاں عورت کو 'حق طلاق' استعمال کرنے کی اجازت دی جاسکتی تھی اور اس مقام پر اس کے برسر عدالت اقدام خلع کو طلاق کا بدل قرار دیا جاسکتا تھا مگر شریعت نے انصاف کی جگہ پر (اسلامی عدالت میں) بھی طلاق کا حق بہر حال عورت کو نہیں دیا کیوں کہ ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ [1]

"اور مردوں کو ان پر ایک فضیلت ہے۔"

میں مرد کو ایک گونہ فضیلت برائے ضرورت اسی حق طلاق میں دی گئی ہے، خدا کی طرف سے بخشی گئی یہ 'فضیلت' مردوں کو نہیں، شوہروں کو حاصل ہے اور شوہر چونکہ ایک رشتے کا نام ہے اور رشتے کی فضیلت یہی ہے کہ وہ اس حق کو استعمال کرنے کا مجاز بنایا جائے۔ ہمارے خیال میں اگر کوئی شوہر اپنا یہ حق، اپنی زوجہ کو تفویض کرتا ہے تو دراصل وہ اللہ کی شریعت میں تبدیلی کا جرم کرتا ہے۔ شریعت نے اسے یہ حق ہرگز نہیں دیا کہ وہ اپنا یہ حق زوجہ کو تفویض کر دے اور زوجہ جب چاہے یہ حق استعمال کرکے اپنے خاوند سے الگ ہو جائے، اگر یہ عمل شریعت کی رو سے درست ہوتا تو شریعت طلاق کے عمل کو ہی دو طرفہ کر دیتی، پھر ایسا کرنے کی صورت میں خلع اور فسخ نکاح کی بھی حاجت نہ رہتی اور طلاق بہت آسان ہو جاتی۔

لیکن افسوس کہ ہماری کتبِ فقہ میں تفویض طلاق کے عنوان سے یہ حق، بیویوں کے حق

1 سورۃ البقرہ:۲۲۸

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں تسلیم کرلیا گیا ہے۔ تفویض کے بعد طلاق کا حق صرف شوہر کے ہاتھ میں نہیں بلکہ بیوی کے ہاتھ میں بھی رہتا ہے۔ اُن دونوں میں سے جو چاہے وہ اسے بغیر کسی رکاوٹ کے استعمال کر سکتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی طلاق کا ذکر آیا ہے، اس کی نسبت ہمیشہ مرد کی طرف کی گئی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد کو حاصل ہے مگر ہمارے بعض دانشوروں کو یہ امر خداوندی پسند نہ آیا یا یوں کہیے کہ ان کی سمجھ میں نہ آیا، اس لئے وہ اس امر کے مخالف ہوگئے اور اسے عورتوں پر ظلم سے تعبیر کرنے لگے۔[1] ہم سمجھتے ہیں کہ مرد کے حق طلاق پر معترض ہونے یا اس حق کو عورتوں میں منتقل کرنے[2] کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں شاید کوئی غلطی ہوگئی ہے جسے ٹھیک کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

نکاح کے ذریعے میاں بیوی ایک دوسرے کے زوج قرار پاتے ہیں، اس زوجیت کے رشتے میں مرد ناکح ہوتا ہے اور عورت منکوحہ، ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ عورت ناکح ہو اور مرد منکوحہ، اسی لئے تو ﴿ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[3] میں گرہِ نکاح کا جس کے ہاتھ میں ہونا بیان ہوا ہے، وہ مرد ہے نہ کہ عورت۔ اس لئے کہ بیدہ میں ہ ضمیر مذکر کی ہے، اگر ضمیر مؤنث کی ہوتی تو گرہِ نکاح کو عورت کے ہاتھ میں سمجھا جاتا؛ اس طرح عورت ناکح بھی ہوتی اور اس گرہ کو کھولنے کی مجاز بھی مگر شریعت نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نہیں چاہتا کہ گرہِ نکاح عورت کے ہاتھ میں ہو، جب کہ تفویض طلاق میں گرہ نکاح عورت کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے اور وہ حق طلاق کو خود اپنے ہی خلاف استعمال کرکے اپنے شوہر سے الگ ہوجاتی ہے گویا خود ہی طالقہ ہوتی ہے اور خود ہی مطلقہ بھی، یعنی فاعلہ بھی خود اور مفعولہ بھی خود، یہ بالکل ایسی ہی بات ہے کہ کوئی

١ فاضل مقالہ نگار کا اشارہ غلام احمد پرویز جیسے منکرین حدیث کی طرف ہے جو حق طلاق کو صرف مرد کے ساتھ خاص کرنے کو عورت پر ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ (مطالب الفرقان: ۳؍ ۳۹۲ تا ۳۹۴، طبع طلوعِ اسلام لاہور ۱۹۹۳ء) (ص۔ی)

٢ جیسا کہ علمائے احناف اس کے قائل ہیں۔ (ص۔ی)

٣ سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

شخص خود اپنے آپ سے نکاح کرلے، گویا خود ہی ناکح ہو اور خود ہی منکوحہ۔ ذرا سوچئے کہ تفویض طلاق کی صورت حال کس قدر مضحکہ خیز ہے، کوئی ہے جو اس پر غور کرے...؟

'عقدہ نکاح' کی نسبت مرد کے تعلق سے ایک آیت پیشتر بھی مذکور ہے، اپنے موقف کی تائید میں اسے بھی پیش کئے دیتا ہوں۔ ارشادِ پاک ہے:

﴿وَلَا تَعۡزِمُوا عُقۡدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾[1]

"اور معاہدۂ نکاح کو پختہ نہ کرو جب تک بیوہ عورتوں کی عدت مکمل نہ ہولے۔"

تفویض طلاق کی بابت کچھ حقائق منتخب مفسرین کے حوالہ سے بھی ملاحظہ ہوں:

مفتی احمد یار خاں نعیمی رقم طراز ہیں:

"عورتوں کو طلاق کا حق دینا گویا دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے، پھر دن بھر میں پانچ پانچ طلاقیں ہوں گی، دیکھ لو آج امریکہ اور انگلینڈ میں طلاقوں کی کیسی بھرمار ہے کہ وہ لوگ چیخ پڑے ہیں۔"[2]

مزید فرماتے ہیں:

"طلاق کا حق صرف مرد ہی کو ہے، نہ کہ عورت کو"[3]

[اس عبارت میں 'صرف' کا لفظ قابل توجہ ہے۔]

اسلام کا قانون خلع

تفویض طلاق کو سمجھنے کے لئے خلع کے قانون کا سمجھنا بہت ضروری ہے، ہمارے نزدیک خلع کا قانون اپنی فطرت اور اصل میں تفویض طلاق کے قانون کا نقیض ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

"خلع کا فلسفہ یہ ہے کہ خلع عورت کے اختیار میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ مرد کے اختیار میں طلاق ہے، چنانچہ جب عورت کو مرد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو تو اس کے اختیار

١ سورۃ البقرۃ:۲۳۵
٢ اشرف التفاسیر المعروف بہ تفسیر نعیمی، جلد ۴/ ۶۲۵، مکتبہ اسلامیہ، مفتی احمد یار خاں روڈ، گجرات
٣ تفسیر نعیمی: ۲/ ص ۵۶۸... تفسیر زیر آیت سورۃ البقرۃ:۲۳۷

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں خلع ہے اور جب مرد کو عورت کی طرف سے تکلیف ہو تو شارع نے اسے طلاق کا اختیار دیا ہے۔"[1]

سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۲۹ [2] میں جس صورتِ طلاق کا ذکر ہے، اسے اصطلاحِ شریعت میں خلع کہتے ہیں، طلاق اور خلع میں فرق یہ ہے کہ جب طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہوا ہو اور مرد اس مطالبہ کو پورا کر دے تو اسے خلع کہتے ہیں اور جب مرد محض اپنی خواہش سے عورت کو اپنے سے جدا کرنا چاہے تو اسے طلاق کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا قرآنی آیت کی تفہیم میں جمیلہ بنتِ عبد اللہ اور ثابت بن قیس کا واقعہ ہماری رہنمائی کرتا ہے جو صحیح احادیث میں آیا ہے، اس واقعہ میں مذکورہ عورت کی خواہش پر مذکورہ مرد نے رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر طلاق دی، خلع کی تاریخ کا یہ پہلا واقعہ تھا۔

اس آیت میں ایک چیز قابل توجہ ہے، آیت کے ابتدائی حصے میں: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا﴾ آیا ہے، اس میں مخاطب کی ضمیر آتی ہے اور مراد شوہر ہیں جبکہ ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ﴾ میں بھی یہی ضمیر آئی ہے مگر اس سے شوہر مراد نہیں ہیں بلکہ حکام عدالت یا بحیثیتِ مجموعی مسلمان مراد ہیں۔ نحوی حضرات اپنی اصطلاح میں اسے 'انتشار ضمائر' کہتے ہیں اور اسے جائز و روا رکھتے ہیں، قرآن میں اس طرح کی اور مثالیں بھی موجود ہیں۔

آیت کو بحیثیتِ مجموعی دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں خلع کی دو قسمیں مذکور ہوئی ہیں، قسم اوّل میں اس خلع کا بیان ہے جو گھر کے اندر رہتے ہوئے خوش اُسلوبی سے طے ہو جائے اور قسم ثانی میں اس خلع کا جس کے لئے عورت کو قاضی کی عدالت میں جانا پڑے، بہر دو صورت خلع مطالبہ طلاق کا نام ہے، خواہ وہ شوہر دے یا حاکم عدالت میں ان میں تفریق کرائے، اسی بات

۱ بدایۃ المجتہد: ۶۸/۲، مطبوعہ مصر ۱۳۷۹ھ

۲ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٢٩﴾﴾

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کو مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی تفسیر احسن البیان میں یوں لکھا ہے کہ

"خلع بذریعہ طلاق بھی ہو سکتا ہے اور بذریعہ فسخ بھی۔"[1]

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا ہے:

"... عورت حاکم وقت کے پاس خلع کا مطالبہ کرے اور حاکم پہلے اُن کی مصالحت کی کوشش کرے گا، اگر کامیابی نہ ہو تو خاوند نے عورت کو مہر میں جو کچھ دیا تھا، حاکم اسے لے کر خاوند کو واپس کر دے اور اس کے درمیان تفریق کرا دے یہ خلع ہے۔"[2]

خلاصہ کے طور پر عرض ہے کہ طلاق یعنی زوجین کے مابین جدائی کی جو قسمیں قرآن سے ماخوذ و مستنبط ہیں، ان میں ایک تو طلاق ہے، دوسری خلع اور تیسری فسخ نکاح ہے۔ یہ تینوں قسمیں اپنے حوالوں کے ساتھ اوپر مذکور ہو چکیں اور تینوں کی موجودگی میں تفویض طلاق کا قانون ہماری نظر میں خدائی شریعت میں کسی نقص اور کمی کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔

[ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ، دارالمصنّفین، بھارت، جنوری ۲۰۰۷ء صفحات ۲۳ تا ۳۴ ملخصًا]

اب دوسرا مضمون ملاحظہ فرمائیں، اس میں فاضل مضمون نگار نے حنفی ہونے کے باوجود حق خلع کے انکار کے لئے احناف جو دلائل پیش کرتے ہیں، اُن کا جواب بھی دیا ہے اور اُنہیں نصوصِ قرآن و حدیث کے خلاف قرار دیا ہے۔ اس کا عنوان بھی فاضل مضمون نگار ہی کا تجویز کردہ ہے۔ یہ مضمون اُن کی کتاب 'جدید فقہی مسائل' سے ماخوذ ہے...

خُلع میں قاضی اور حَکَم کے اختیارات

خلع کے سلسلے میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس میں قاضی اور عدالت کے اختیارات کیا ہوں گے؟ کیا یہ مکمّل طور پر مرد ہی کے اختیار میں ہے اور اس کی آمادگی اور رضامندی ہی پر طلاق موقوف ہے یا اس میں قاضی کو دخیل ہونے کا بھی کچھ حق ہے؟

۱ تفسیر زیر آیت ۲۲۹

۲ ضیاء القرآن، جلد اوّل ص ۱۵۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، طبع اوّل ۱۴۰۲ھ

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فقہا کی رائیں

اس سلسلے میں فقہا کی آرا مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے یہاں یہ اختیار مکمل طور پر مرد ہی کے ہاتھ میں ہے۔ قاضی خود یا قاضی کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حکم بطورِ خود عورت کو طلاق نہیں دے سکتے۔ اس کے برخلاف امام مالک کے نزدیک قاضی زوجین کے حد سے گزرے ہوئے باہمی اختلاف کی صورت میں ایک دو رکنی مصالحتی کمیٹی قائم کرے گا جس میں بہتر ہے کہ ایک مرد کا رشتہ دار ہو اور دوسرا عورت کا، دونوں سمجھدار اور شرعی احکام سے واقف ہوں، پھر وہ ان دونوں کے حالات کا جائزہ لیں۔ اگر مصالحت اور اتفاق کی کوئی صورت نکل آئے تو دونوں میں مصالحت کرادیں، اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے اور دونوں کی رائے ہو کہ باہم تفریق اور علیحدگی کرادی جائے تو وہ یہ بھی کر سکتے ہیں؛ اس طرح کہ مرد کا رشتہ دار حکم طلاق دے دے اور عورت کا رشتہ دار حکم مہر معاف کرنے کا یا جو معاوضہ مناسب سمجھے عورت کو اس کی ادائیگی کا پابند کرے اور دونوں میں تفریق ہو جائے۔[1]

احناف کے دلائل

احناف دراصل اس مسئلہ میں اس عام اُصول پر چلے ہیں کہ طلاق کا اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہے اور خلع بھی مال کے عوض میں طلاق ہی ہے، اس لیے مرد کی آمادگی بہر طور ضروری ہوگی۔ اس بنا پر ان کے یہاں حکمین کی حیثیت زوجین کے وکیل کی ہوتی ہے اور وہ انہی حدود میں رہ کر اقدام کر سکتے ہیں جو زوجین نے متعین کر دی ہیں۔

دوسرے اُن کا استدلال اس واقعہ سے بھی ہے جسے ابو بکر جصاص رازی نے اپنی 'احکام القرآن' میں اور دوسرے مختلف مصنّفین نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک ایسے ہی مقدمہ میں حکم متعین کیے۔ پھر ان حکمین سے مخاطب ہو کر ان کی ذمہ داری بتائی کہ اگر ان دونوں کو جمع کر سکو تو جمع کر دو اور ان کا ازدواجی رشتہ برقرار رکھو اور اگر تفریق و علیحدگی مناسب محسوس ہو تو ایک دوسرے کو علیحدہ کر دو۔ عورت تو اس پر آمادہ ہو گئی مگر مرد

1 احکام القرآن للجصاص: ۲/ ۱۹۲؛ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۵/ ۱۷۷

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نے علیحدگی پر اپنی عدمِ آمادگی کا اظہار کیا۔ حضرت علیؓ نے مرد پر دباؤ ڈالتے ہوئے فرمایا کہ جب تک تم اس عورت کی طرح فیصلہ کی ہر دو صورت پر آمادگی کا اظہار نہ کرو، یہاں سے ہٹ نہیں سکتے۔(كَذَبْتَ وَاللهِ لَا تَنْفَلِت مِنِّي حَتَّى تُقِرَّ كَمَا أَقَرَّت)[1] تو اس سے استدلال یوں ہے کہ یہاں حضرت علیؓ کا مرد کو تفریق کے لیے آمادہ ہونے پر مجبور کرنا بالکل بے معنیٰ ہو گا، اگر حکم کو بطور خود طلاق دینے کا اختیار حاصل ہو اور وہ مرد کی رضامندی حاصل کرنے کا مکلف نہ ہو۔

امام مالک کے دلائل

امام مالک اور جو فقہا قاضی کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حکمین کو تفریق اور علیحدگی کا مجاز گردانتے ہیں، ان کی دلیل سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم خود قرآن مجید کی طرف رجوع کریں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝۳۵ ﴾[2]

”اگر تم کو ان دونوں کے درمیان شدید اختلاف کا اندیشہ ہے تو ایک ایک حکم مرد و عورت کے خاندان سے بھیجو۔ اگر وہ دونوں اصلاحِ حال چاہیں گے تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ اللہ تمام باتوں سے باخبر اور واقف ہے۔“

اس آیت میں متعدد قرائن ایسے ہیں جو امام مالک کے موقف کی تائید کرتے ہیں:

① اوّل یہ کہ اس آیت کے مخاطب قضاۃ اور حُکام ہیں۔ سعید بن جبیر، ضحاک اکثر مفسرین اور خود ابو بکر جصاص رازی کی یہی رائے ہے اور قرآن کے لب ولہجہ سے بھی اسی کی تاکید ہوتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ قاضی اور حاکم کی حیثیت واعظ اور محض اخلاقی اپیل کرنے والے ناصح کی نہیں ہے بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ جو لوگ وعظ و نصیحت کی زبان سمجھنے پر آمادہ نہ ہوں، اُن کے لیے قانون اور اختیارات کی تلوار استعمال کی جائے۔ لہٰذا اگر قاضی

١ احکام القرآن للجصاص: ۲/ ۲۳۹

٢ سورۃ النساء: ۳۵

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کے مقرر کردہ حکمین کو قانونی اختیار حاصل نہ ہو تو قرآن کا قاضی کو مخاطب بنانا اور قاضی ہی کی طرف سے حکمین کی تقرّری ایک بے معنی بات ہو جائے گی۔ اس لیے قضاۃ اور حکام سے خطاب بجائے خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس مسئلہ میں قاضی کے نمائندہ کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہونی چاہیے کہ وہ چاہے تو مصالحت کرا دے یا اپنی صوابدید پر علیحدگی کر دے۔

② دوسرے قاضی کے بھیجے ہوئے ان نمائندوں کے لیے قرآن نے حَکم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حَکم کے معنی خود حَکم اور فیصلہ کرنے والے کے ہیں۔ اب اگر اس کی حیثیت محض طرفین کے وکیل کی ہو اور وہ ان کے احکام کا پابند ہو تو وہ حَکم اور فیصل کہاں باقی رہا۔ اس تعبیر کا تقاضا بھی ہے کہ وہ تفریق اور مصالحت کے معاملہ میں خود مختار ہوں۔

③ تیسرے قرآن نے یہاں ﴿اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا﴾ کہا ہے: "اگر حکمین ان دونوں میں مصالحت کرانا چاہیں۔" یہاں حکمین کی طرف 'ارادہ' اور 'چاہنے' کی نسبت کی گئی ہے اور ایسی بات اسی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جو کسی کام کے کرنے اور اس کے خلاف اقدام کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ جو شخص کسی کا وکیل ہو وہ ارادہ و اختیار کا مالک نہیں ہوتا وہ تو بہر صورت خاص اسی حکم کا پابند ہوتا ہے۔

احادیثِ نبویہ

اب آیئے ان احادیث کی طرف جو اس مسئلہ میں قاضی کے مختار ہونے کو بتاتی ہے:

④ امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ثابت بن قیسؓ کی بیوی حضورؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے ثابت بن قیسؓ کے دین و اخلاق سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ مسلمان ہو کر کسی کی ناشکری کروں (أکره الکفر في الاسلام) یعنی ایک طرف ثابتؓ کا میرے ساتھ اچھا سلوک ہے، دوسری طرف میرا اُن کی طرف طبعی رجحان نہیں ہے جس کے باعث میری طرف سے ان کی ناقدری ہوتی ہے۔ اس لیے ہم دونوں میں علیحدگی کرا دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس کو اس کا باغ لوٹا دو گی۔ اُنہوں نے کہا: 'ہاں'....

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اب آپؐ نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا کہ باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو «اقبل الحديقة و طلّقها تطليقةً» اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حضورؐ نے اُن کو حکم دیا لہٰذا اُنہوں نے بیوی کو علیحدہ کردیا۔ (أمره ففارقها)[1]

امام بخاری کی ایک اور روایت اور نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام جمیلہ بنت عبد اللہ تھا۔ اس حدیث میں واقعہ کا یہ پہلو بہت قابل غور ہے کہ حضورؐ نے حضرت ثابتؓ سے اپیل نہیں کی نہ مشورہ کیا بلکہ دوٹوک لفظوں میں طلاق دینے کا حکم فرمایا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ قاضی مرد کی رضامندی اور آمادگی معلوم کرنے کا پابند نہ ہوگا بلکہ حسبِ ضرورت اس کو اپنی صوابدید پر نافذ کرے گا۔ اب اس کے نافذ کرنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ خود مرد اس بات کے لیے تیار ہوجائے اور طلاق دے دے جیسا کہ اس واقعہ میں ہوا، یا پھر قاضی خود علیحدہ کردے۔

آثارِ صحابہؓ

احادیث کے بعد صحابہؓ کے آثار اور معمول پر نظر ڈالیے:

⑤ اس نوعیت کا ایک واقعہ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں پیش آیا۔ ان کے زمانہ میں عقیلؓ بن ابی طالب اور فاطمہؓ بنتِ عتبہ (جو میاں بیوی تھے) کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ فاطمہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے شکایت کی۔ حضرت عثمانؓ نے عبد اللہ بن عباسؓ اور معاویہؓ کو بحیثیتِ حکم بھیجا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: (أفرقن بينهما) ''میں ضرور ان دونوں میں تفریق کردوں گا۔'' اور معاویہؓ نے کہا کہ میں عبد مناف کے دو بزرگ خانوادوں میں تفریق نہیں کرسکتا (ما كنت لا فرق بَيْنَ شَيْخَيْنِ مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَاف) یہاں تک کہ ان دونوں نے باہم خود ہی مصالحت کرلی۔[2]

یہاں بھی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بحیثیتِ حکم فرمانا کہ میں ان دونوں کے درمیان ضرور تفریق کردوں گا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حکم بحیثیتِ حکم خود ہی تفریق کے معاملہ میں

١ صحیح بخاری: ۵۲۷۶، ۵۲۷۳، ۵۲۷۳

٢ الجامع الاحکام القرآن للقرطبی: ۵/۱۷۶... سورۃ النساء: ۳۵

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مختار ہوتا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ دونوں ہی حکم کسی ایک رائے پر متفق ہو جائیں۔

⑥ اس سلسلہ کا دوسرا واقعہ وہی حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت کا واقعہ ہے جس کا مجمل ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ دار قطنی نے محمد بن سیرین کے واسطہ سے صحیح سند سے اس واقعہ کی تفصیل ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ ایک شوہر و بیوی اپنے اپنے لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے۔ حضرت علیؓ کے حکم سے شوہر و بیوی ہر ایک کے لوگوں میں سے ایک ایک حکم منتخب کیے گئے۔ حضرت علیؓ نے اُن دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم کو اپنے ذمّہ داری معلوم ہے؟ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ مناسب سمجھو تو دونوں میں علیحدگی کرادو۔ عورت نے کہا: میں اللہ کی کتاب پر راضی ہوں چاہے اس کا فیصلہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف...!

شوہر نے کہا کہ جہاں تک علیحدگی کی بات ہے تو میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔ (أما الفرقة فلا) حضرت علیؓ نے کہا: تم نے جھوٹ کہا، تم بھی جب تک اس عورت کی طرح اقرار نہ کرلو، یہاں سے جا نہیں سکتے۔

اس مقدمہ میں حضرت علیؓ کا حکمین سے کہنا کہ کیا تم اپنی ذمہ داری سے واقف ہو، تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو علیحدگی کرادو(هَلْ تَدْرِيَانِ مَا عَلَيْكُمَا؟ عَلَيْكُمَا إِنْ رَأَيْتُمَا أَنْ تُفَرِّقَا فَرَّقْتُمَا)[1] اس بات کی علامت ہے کہ حکمین بحیثیتِ حکم تفریق کا اختیار رکھتے ہیں اور وہ اس کے ذمّہ دار ہیں۔ اگر ان کی حیثیت محض وکیل کی ہوتی تو سوال اس طرح ہوتا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کس بات کے وکیل بنائے گئے ہو؟(هل تدريان ما وكلتما) پھر یہ کہ خلع میں اگر ایک طرفہ مرد کی رضامندی ضروری ہوتی اور قاضی کو اس سلسلہ میں کوئی اختیار نہ ہوتا تو یہ بات بھی درست نہ ہوتی کہ حضرت علیؓ اس پر طلاق کی آمادگی کے لئے دباؤ ڈالیں، وہ زیادہ سے زیادہ سفارش اور اپیل ہی کر سکتے تھے۔

ان وجوہ کی بنا پر واقعہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اور یہی رائے اکثر فقہا: اوزاعی، اسحاق، شعبی، نخعی، طاؤس، ابو سلمہ، ابراہیم، مجاہد اور امام شافعی

1 الجامع الاحكام القرآن للقرطبی: ۱۷۷/۵... سورة النساء:۳۵

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ﷺ کی ہے اور صحابہ میں بھی حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے۔

احناف کے دلائل کا تجزیہ

احناف کے دلائل اس مسئلہ میں قابل غور ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ اصل یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں ہے، تسلیم ہے مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مقاصدِ نکاح کی حفاظت اور زوجین کی مصلحتوں کی رعایت کے پیش نظر قاضی بھی بہت سی صورتوں میں تفریق کا مختار بن جاتا ہے۔ یہاں بھی زوجین کے بڑھتے ہوئے شدید اور ناقابل حل اختلاف کو پیش نظر رکھ کر جب قاضی کے نمائندے اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ ان دونوں میں تفریق اور علیحدگی ہو جانی چاہیے تو مقاصدِ نکاح کی حفاظت اور دونوں کو اللہ کی حدوں پر قائم رکھنے کے لئے ضروری ہو گا کہ یہ لگام مرد سے لے لی جائے اور قاضی کی طرف سے مقرر شدہ حکم از خود تفریق کر دیں۔

احناف کا یہ استدلال کہ حضرت علیؓ نے شوہر کو اس کا اقرار کرنے پر مجبور کیوں کیا کہ وہ بھی حکم کے فیصلہ کے مطابق مصالحت اور علیحدگی ہر دو صورت پر آمادہ ہو۔ کیونکہ اگر حکم کو اس کا اختیار ہو گا تو شوہر کا اقرار کرنا اور انکار کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، بھی دو ٹوک نہیں ہے۔ امام مالک اور ان کے ہم خیال حضرات کے نزدیک حضرت علیؓ کے اس حکم کی حیثیت وہی تھی جو نامرد کو طلاق کا حکم دینے کے سلسلے میں ہے۔

یعنی اگر شوہر نامرد ہو اور عورت نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اس سے علیحدگی کی حقدار ہے تو قاضی پہلے خود شوہر سے کہے گا کہ وہ عورت کو طلاق دے دے، مرد اگر اس پر آمادہ ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ خود قاضی اس کی طرف سے عورت کو طلاق دے دے گا۔ حضرت علیؓ کا مطالبہ یہاں اسی نوعیت کا تھا کہ اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر ہے ورنہ پھر قاضی کے نمائندے حکمین خود اس ناخوشگوار فریضہ کو انجام دیں گے۔

ہمارے زمانے میں جہالت اور احکامِ شرع سے بے خبری اور اس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں ظلم وزیادتی اور اختلافات کی روشنی میں اگر اس مسئلہ میں فقہائے مالکیہ کی رائے قبول کر لی

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جائے تو شاید مناسب ہو۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئی ہیں کہ علماے کرام اور اربابِ افتا اس جزئیہ پر نظر ثانی کریں۔ واللہ ھو المستعان و علیہ التکلان

ان اُمور کے علاوہ ہمارے فلاسفہ اسلام نے خلع کی جو روح اور حکمت بتائی ہے وہ بھی اس سے مطابقت رکھتی ہے جو امام مالک کا مسلک ہے۔ چنانچہ حافظ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

> ''خلع عورت کے اختیار میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ مرد کے اختیار میں طلاق ہے۔ چنانچہ جب عورت کو مرد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو تو اس کے اختیار میں خلع ہے اور جب مرد کو عورت کی طرف سے تکلیف ہو تو شریعت نے اسے طلاق کا اختیار دیا ہے۔''[1]

[جدید فقہی مسائل: حصہ دوم، ص ۹۷ تا ۱۰۷
طبع حرا پبلی کیشنز، اُردو بازار، لاہور]

عبارت کی تصحیح

'محدث' کے گذشتہ شمارے نمبر ۳۶۱ میں شائع شدہ اس مضمون کی پہلی قسط یعنی 'تفویض طلاق والے' مضمون میں ص ۶۶ کی سطر نمبر ۱۴ کو اس طرح پڑھیں:

دوسری صورت خیار طلاق کی ہے....

اور سطر نمبر ۱۷ اس طرح پڑھیں:

تیسری صورت جو بعض آثارِ صحابہ سے ثابت ہے، یہ ہے...

قاری حضرات مضمون میں یہ ضروری تصحیحات کر لیں۔ شکریہ ...ادارہ

۱ بدایۃ المجتہد: ۲/ ۶۸

© rasailojaraid.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ